تحریک عاشورہ اور ہمارا دینی و سیاسی شعور

مولف: قدرت اللہ قربانی

مترجم: مولانا سید محمد جون عابدی

تحریک عاشورہ کے تحفظ کے سلسلہ میں ہماری مذہبی اور سیاسی سوجھ بوجھ کالازمہ یہ ہے کہ ہم زمانہ کے مطابق تبدیل ہوتے رہنے والے اس تحریک کے تین اصول یعنی اہداف و مقاصد، طریقہ کار اور اس کے وسائل کی شناخت اور آگہی پیدا کریں اور انہیں ایک دوسرے سے جدا کریں۔ اس سلسلہ میں تحریک عاشورہ کی کلیت، ثبات، آفاقیت، فطرت بشر اور مذہبی نصوص کے ساتھ سازگاری اور اکثریت کو اپنی طرف جذب کرنے جیسی خصوصیات اس تحریک کے مقاصد، طریقہ کار اور وسائل کو معین کرنے میں مرکزی کردار ادا کرتی ہیں۔ بلکہ اس تحریک کے اہداف کے پیش نظر ان خصوصیات کی حقیقت اور ان کا کردار روشن ہو جاتا ہے۔

چنانچہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس تحریک (عاشورہ) کے اہم مذہبی اور سیاسی اہداف ہیں اور عزاداری ان مقاصد تک پہونچنے کا طریقہ اور امامبارگاہیں اس تحریک کا وسیلہ قرار پاتے ہیں؛ کیونکہ طریقہ کار اور وسائل کی اہمیت اسی وقت ہوتی ہے جب وہ اہداف و مقاصد تک پہونچنے کے کام آئیں۔ اور ائمہ معصومین علیہم السلام خصوصا امام حسین علیہ السلام سے محبت، انکی معرفت واطاعت اور تحریک عاشورہ کے سیاسی اور مذہبی اہداف میں ان ہستیوں کو نمونہ عمل قرار دینے میں ان تینوں امور کا اہم کردار ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ امور ہیں جن کی بنیاد پر ہم افراط اور جذباتی ہونے سے بچتے ہیں اور ہمارے دینی اور سیاسی شعور میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہماری ہدایت کے میدان میں ائمہ معصومین علیہم السلام کا کردار اس بات سے کہیں زیادہ اہم ہے کہ ہم صرف انہیں اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کا ذریعہ قرار دیں۔ تو اس بنیاد پر مذہبی اور سیاسی سوجھ بوجھ اور عقلیت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ امامت اور تحریک عاشورہ کے اہداف و مقاصد کو پورا کرنے کی راہ میں قدم بڑھائیں، اس کی صحیح راہ وروش اور وسائل کو استعمال کریں تاکہ یہ امور مقاصد کے حصول کی راہ میں فائدہ مند اور مؤثر ثابت ہوسکیں؛ کیونکہ راہ وروش، طریقہ کار اور وسائل وقتی اور گذر جانے والے امور ہوتے ہیں۔

کلیدی الفاظ

مذہبی عقلانیت اور شعور، تحریک عاشورہ، امام حسینؑ، سیاست

۱۔ مقدمہ

آج بطور عام مسلمانوں اور بطور خاص شیعوں کی مذہبی اور سیاسی عقلانیت اور شعور سے مراد تحریک عاشورہ کے مذہبی اور سیاسی پہلوؤں کی شناخت، اس تحریک کے تحفظ کی کیفیت اور زندگی کے مادی اور روحانی امور میں زیادہ سے زیادہ بہرہ مند ہونے کے طریقہ کو جاننا ہوتا ہے۔

اس واقعہ کو رونما ہوئے چودہ سو سال کا زمانہ گذر چکا ہے اور تاریخ گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے سلسلہ میں مختلف باتیں، تشریحیں اور تفسیریں کی جاتی رہی ہیں، اس کے سلسلہ میں الفاظ اور مطالب کے لحاظ سے مختلف قسم کی تحریفیں دیکھنے کو ملی ہیں تو اس بات کے پیش نظر آج کے متدین اور مذہبی مفکرین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ تحریک عاشورہ کے سلسلہ میں تجدید نظر کریں اور ارتقائی مراحل تک پہنچنے کے لئے جدید افکار کو مد نظر رکھتے ہوئے کام کریں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اس تحریک کو پھر سے جانا جائے، اس کے بارے میں پھر سے غور کیا جائے، اس کے سلسلہ میں ائمہ علیہم السلام کے طرز فکر سے آشنائی پیدا کی جائے، یہ جاننے کی کوشش کی جائے کہ تاریخ گذرنے کے ساتھ اس کو کس طرح محفوظ رکھا جاسکتا ہے اور موجودہ دور میں اس کے مذہبی اور سیاسی اہداف تک کس طرح پہونچا جاسکتا ہے۔ اس لئے تحریک عاشورہ سے متعلق جذباتی اور غافل عوام کی طرف سے ہونے والی لفظی اور معنوی غلطیوں کے سلسلہ میں ان افراد کی ذمہ داری زیادہ بڑھ جاتی ہے جو اس تحریک سے آگاہی اور آشنائی رکھتے ہیں؛ کیوں کہ تحریک عاشورہ سے متعلق عوام کی جہالت، غفلت اور افراطی جذبات نے اس تحریک کی عظمت اور روحانیت کو ضعیف کر دیا اور اسے صرف مادی یا تھوڑا مادی اور تھوڑا روحانی امور تک محدود کر دیا ہے اور امام حسینؑ اور شہدائے کربلا کو صرف اپنی حاجات کے پورا ہونے کا ذریعہ ہی سمجھا جاتا ہے۔ گویا یہ شخصیات انکی قرضدار ہیں اور انہوں نے اپنی شہادتیں صرف ہماری دنیوی اور اخروی حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے دی تھی۔ اور ہم اپنی تمام حاجات ان سے مانگیں اور انکی ذمہ داری ہے کہ ہماری تمام حاجات کو پورا کریں۔ اسی طرح عاشورہ اور کربلا کے سلسلہ میں عوام کی کج فکری کا نتیجہ یہ ہے کہ واقعہ عاشورہ کو مافوق بشر جانا جائے اور اسے اس طرح پیش کیا جائے کہ وہ ہماری دینی اور سیاسی زندگی کے لئے نمونہ عمل بن ہی نہ سکے۔ اور اس طرح اس تحریک کے سماجی پہلو کو خصوصا سیاسی میدان میں مسخ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور اس پر شمر اور غنی تحریک کے اہداف کو مکمل طور پر فراموش کر دیا جاتا ہے۔

در حقیقت تحریکِ عاشورہ کو مذہبی اور سیاسی امور میں نمونہ عمل قرار دینے کے سلسلہ میں ہمیشہ سے جو ایک چیلنج رہا ہے وہ اس تحریک کی تاریخ میں تحریف، اس کی روایت کو بیان کرنے کے انداز اور اس کی سمجھ اور خود اس کی سیاسی تفسیر کے سلسلہ میں رہا ہے جسے امام حسینؑ کے بعض شیعوں اور چاہنے والوں کی طرف سے بیان کیا گیا ہے، اگرچہ خطرہ اب بھی موجود ہے کیونکہ عوام کے درمیان خرافات بھی رائج ہیں اور معاویہ صفت افراد کی طرف سے اس کا غلط استعمال بھی ہو رہا ہے۔ تو اس بنیاد پر تحریکِ عاشورہ کے سلسلہ میں شیعہ مفکرین کی ذمہ داری سنگین اور اہم ہو جاتی ہے۔

ان مشکلات کے پیش نظر ہم اس تحقیق میں کچھ سوالات کے جواب دینے کی کوشش کریں گے کہ:

اس عظیم اسلامی تحریک اور اس کے اہداف کے تحفظ اور شیعہ اور مسلمان مفکرین کے دینی اور سیاسی شعور اور عقلانیت کے درمیان کا رابطہ کیا ہے؟

اس کے جواب میں ان تمام قابل قدر تحقیقوں اور کوششوں کے ساتھ جنہیں مفکرین نے انجام دیا ہے، ہم تحریکِ عاشورہ کو بیان کرنے، سمجھنے، اس کے تحفظ اور اسے عوام کی طرف منتقل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے سلسلہ میں اس تحریک کے اہداف تک پہونچنے کی طریقہ کار اور وسائل کو جدید طرز سے بیان کریں گے اور اس میں دوبارہ غور کرنے کی تاکید کریں گے۔

در اصل ہمارا اصلی مدعا یہ ہے کہ تحریکِ عاشورہ کو مذہبی اور سیاسی میدان میں نمونہ عمل بنانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ اسمیں لفظی اور معنوی تحریف، اور اس کے تین اصول یعنی اہداف، طریقہ کار اور وسائل کے سلسلہ میں غفلت برتنا اور ان کا صحیح استعمال نہ کرنا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ مذہبی اور سیاسی میدان میں تحریکِ عاشورہ کے کچھ اہم اہداف و مقاصد تھے جنہیں تاریخ میں مناسب طریقوں اور وسائل کے ذریعہ محفوظ رکھ کر عوام تک پہونچانا چاہئے تھا؛ جبکہ ان تینوں امور کو مبہم رکھا گیا اور بعض افراد کے ذریعہ اس کی غیر مناسب اور غلط تفسیر کی گئی جس کے نتیجہ میں اس عظیم تحریک کے مقصد کی جگہ اس کے طریقہ کار اور حکمت عملی نے لے لی اور شیعہ اور پیروان امام حسینؑ، تحریکِ عاشورہ کے مذہبی اور سیاسی مقصد سے جو اس کا سب سے اہم مقصد تھا، غافل اور دور ہوتے چلے گئے۔

لہٰذا ہم یہاں پہلے مجموعی طور پر مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے مقاصد، طریقہ کار اور وسائل کی اہمیت، خصوصیت اور طرز استعمال کی وضاحت کریں گے تاکہ تحریکِ عاشورہ میں ان کے سلسلہ میں دوبارہ غور و فکر کے لئے

میدان فراہم ہوسکے اور اس تحریک کے سلسلہ میں ان کا کردار اور غلط استعمال کے نتائج اور اشتباہات آشکار ہوسکیں۔

۲۔ مذہبی اور سیاسی مقاصد، طریقہ کاراور وسائل کے استعمال اور ان کی خصوصیات میں دوبارہ غور وفکر کی ضرورت اور اہمیت

جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ تحریک عاشورہ جیسی ہر مذہبی، سیاسی اور سماجی تحریک کے پیچھے کچھ اہداف و مقاصد ہوتے ہیں جن سے خود ان تحریکوں کے زمانے میں یا ان کے رونما ہونے کے بعد (جیسے عاشورہ جیسی تحریک میں امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کے چودہ سو سال گذرنے کے بعد بھی) انکے صحیح طریقہ استعمال اور وسائل کے ذریعہ انہیں محفوظ بھی رکھ سکتے ہیں اور ان سے بہرہ مند بھی ہو سکتے ہیں۔

ان امور کے سلسلہ میں گفتگو اور اس میں دوبارہ غور وفکر کرنے کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ یہ امور تمام انسانی تحریکوں خصوصا تحریک عاشورہ کو صحیح طور پر سمجھنے، اسکا ادراک کرنے، اس کی روایت میں تحریف سے بچنے، اسکی تفسیر، اور اسے مذہبی اور دینی مقاصد میں استعمال کرنے کی راہ میں بہت اہم کردار رکھتے ہیں۔

مقاصد، طریقہ کار یعنی حکمت عملی اور وسائل کے درمیان بنیادی فرق اور ان کے کردار اور استعمال سے مزید آگاہی اور آشنائی پیدا ہو جائے اس لئے ہم یہاں مذہبی اور سیاسی امور جیسے امر بالمعروف و نہی از منکر، آزادی اور حریت کی دعوت اور ظلم و ستم سے دوری کو تحریک عاشورہ کے اہداف و مقاصد کے طور پر بیان کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مقاتل کی کتابیں تالیف کرنا، مجالس و عزاداری منعقد کرنا، اس سلسلہ میں فلم و سیریل بنانا یا کتابیں اور اشعار لکھنااور نوحہ و مرثیہ وغیرہ پڑھنے کو اس تحریک کے تحفظ کا ذریعہ اور طریقہ قرار دے سکتے ہیں۔ اسی طرح حسینیہ اور امام بارگاہیں بنانا، سبیلیں لگانا، امام حسینؑ کے نام پر کھانا کھلانا اور جلوس نکالنے وغیرہ کو اس تحریک کے فروغ اور تحفظ کے وسائل میں شمار کیا جاسکتا ہے اور اس کے بعد ہم تحریک عاشورہ کی راہ میں ان امور کے خاص صفات کے بارے میں گفتگو کر سکتے ہیں:

الف) اہداف و مقاصد

ایک مذہبی یا سیاسی تحریک کیوں رونما ہوئی یا ہو رہی ہے اس کے برپا ہونے کا مقصد کیا ہے؟ سب سے پہلے اس امر سے آشنائی پیدا کرنا ضروری ہے؛ یہی وجہ ہے کہ ہر مذہبی، سیاسی اور سماجی تحریک کی حقیقت کو اسکے اس کے مقاصد کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس تحریک کے طریقہ کار اور وسائل کی بھی اہمیت اور ان کا استعمال بھی اسی ہدف کی وجہ سے ہوتا ہے اور مقصد کے بغیر ان دونوں امور کی کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ تحریک عاشورہ جیسی مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے مقاصد سے آشنائی بہت ضروری ہے اور اس کی بہت اہمیت ہے اور یہ امر ان تحریکوں کی شناخت اور معرفت کی راہ میں بہت مددگار ثابت ہوگا۔ اس سلسلہ میں کلیت وشمولیت، اطلاق، ثبات، تقدس، آفاقیت، عقلانیت، فطرت اور دینی نصوص کے مطابق ہونے، سب کو اپنی طرف جذب کرنے کی صلاحیت جیسی خصوصیات کو تحریک عاشورہ جیسی مذہبی تحریکوں کے مجموعی اہداف و مقاصد کے طور پر قرار دیا جاسکتا ہے ہم آگے ان امور کی وضاحت کریں گے:

ایک: شمولیت، اطلاق اور آفاقیت

یہاں اہداف و مقاصد کی کلیت، اطلاق اور آفاقیت جیسی خصوصیات سے مراد مذہبی تحریک کے وہ اہداف ہیں جو جزئی، موقت اور کسی خاص وقت اور علاقہ میں محدود یا اس سے مخصوص نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ ایسے مقاصد ہیں جو تمام انسانوں، زمانوں اور جگہوں کے لئے ہیں اور جہاں بھی، جسے بھی ان اہداف کی ضرورت ہو وہ ان سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔

یا یوں کہا جائے کہ ان مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے اہداف و مقاصد کی ایک خصوصیت ان کا آفاقی اور عالمگیر ہونا ہے کہ جس کی جڑیں الٰہی تعلیمات میں ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر تحریک عاشورہ کے دینی اور سیاسی اہداف امر بالمعروف و نہی از منکر، ذلت سے دوری کی دعوت، حریت وآزادی، انصاف پسندی، انسانی عزت و شرف جیسے امور ہیں جو اس تحریک کے آفاقی اور عالمگیر اہداف ہیں۔ یہ اہداف و مقاصد زمانہ، کوفہ یا عراق کی جغرافیائی سرحد یا اس زمانہ اور اسلام تک محدود ہی نہیں ہیں بلکہ وہ تمام اسلامی، غیر اسلامی علاقوں، تمام انسانوں چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلمان سنی ہوں یا شیعہ دور ہوں یا نزدیک سب کو شامل ہیں اور سب کے لئے قابل استفادہ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے اس آفاقی مقصد کو دنیا بھر کے آزادی پسند، ظلم و ذلت سے دور رہنے والے حق پرست انسانوں نے بلا تفریق مذہب و ملت قبول کیا ہے۔ یہ اہداف ان کے لئے مطلوبہ امر ہے۔ در اصل مذہبی اور سیاسی تحریک کی یہ اصلی خوبی اور خصوصیت اس بات کا سبب بنی کی تمام حق پرست، انصاف اور آزادی پسند ان خصوصیات سے فائدہ اٹھا سکیں اور اسے اپنے لئے نمونہ عمل قرار دے سکیں۔ جیسا کہ انقلاب ہندوستان کے رہنما مہاتما گاندھی، ہندوستانی قوم کی نجات، اس بات میں قرار دیتے ہیں کہ وہ امام حسینؑ کی تحریک عاشورہ کو اپنا نمونہ عمل قرار دیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"اگر ہندوستان کامیاب ہونا چاہتا ہے تو اسے امام حسینؑ کی زندگی کی پیروی کرنی چاہئے" (رجوع کریں: نوایی، ۱۳۹۰، ص۳۸۸)

دو: ثابت قدم ہونا

مذہبی اور سیاسی تحریکوں کی اہم خصوصیات میں سے ایک ان کا استحکام اور ثابت قدم ہونا ہے۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی زمانہ، جغرافیہ یا قوموں سے متاثر ہو کر لغزش کا شکار نہیں ہوتی بلکہ ثابت قدم رہتی ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ امر بالمعروف و نہی از منکر، ذلت سے دوری، حریت و آزادی، انصاف پسندی، انسانی عزت و شرف جیسے آفاقی مقاصد کسی خاص جگہ اور زمانہ کے خول میں نہیں ہوتے بلکہ زمان و مکان سے ماوراء رہ کر ہمیشہ ثابت رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آزادی اور انصاف پسندی پر مبنی امام حسین علیہ السلام کی دعوت اب تک زندہ ہے اور ہر قوم و فکر کے لوگ ان کی اس دعوت پر لبیک کہتے آرہے ہیں۔ اور وقت و زمانہ کی تبدیلی، طرز زندگی کا بدل جانا، سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی بھی اب تک اس کی روشنی کو مدھم نہیں کر سکی ہے۔ بلکہ اس واقعہ کے چودہ سو سال گزرنے اور عقل بشر کے رشد کرنے کے ساتھ ساتھ اس تحریک کے ازلی اور ابدی اہداف و مقاصد کے نئے رخ اور پہلو تمام انسانیت بالخصوص مسلمانوں اور شیعوں کے لئے آشکار ہوتے جارہے ہیں۔ اور اس میں مزید تازگی پیدا ہوتی جارہی ہے۔

تین: تحریک کا مقدس ہونا

کسی تحریک کے مقدس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو تمام اقوام، افکار اور نظریات کی نگاہ میں قابل احترام اور اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ مقدس اہداف و مقاصد، آفاقی حیثیت بھی رکھتے ہیں اور ان میں ثبات و استحکام بھی ہوتا ہے، وہ زمانے کی دگرگونی اور تبدیلیوں سے متاثر نہیں ہوتے اور قوم و

ملت کی نگاہ میں مطلوبہ امور شمار ہوتے ہیں۔ یہ مقاصد ہمیشہ اور بغیر کسی قید کے تمام انسانیت کے لئے مقدس اور قابل احترام ہوتے ہیں۔

اس کے مقابلہ میں محض سیاسی تحریکوں کے مقاصد بھی ذکر کئے جاسکتے ہیں جنکا تقدس وقتی ہوتا ہے؛ جیسے قومیت، قوم پرستی، نسل پرستی۔۔۔ وغیرہ پر مبنی تحریکوں کی مثال، جن کا تقدس ایک خاص وقت اور خاص قوم سے متعلق ہوتا ہے نہ کہ تمام انسانوں اور ہر زمانے سے اور عام طور سے کچھ ہی عرصہ کے بعد ان کا تقدس ختم بھی ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ ان کے اہداف، اقدار مخالف عناصر میں تبدیل ہو جائیں۔ تو ذاتی طور پر مذہبی اور سیاسی تحریک کا مقدس ہونا آفاقی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے اہداف میں تبدیلی پیدا نہیں ہوتی جس طرح تحریک عاشورہ کی مثال ہے کہ اس کی تحریک کے اغراض و مقاصد نے دنیا کے تمام انصاف اور آزادای پسند انسانوں کے دلوں میں جگہ بنالی اور انہیں اپنی طرف جذب کرلیا۔ اقبال لاہوری اس سلسلہ میں کہتے ہیں: "فداکاری اور شجاعت کے لحاظ سے پورے عالم میں امام حسینؑ کی شجاعت کی نظیر نہیں ملتی، میرے اعتبار سے تمام مسلمانوں کو سرزمین کربلا پر شہید ہو جانے والے اس شہید کو اپنا نمونہ عمل قرار دیتے ہوئے انکی پیروی کرنی چاہئے" (رجوع کریں: نوایی، ۱۳۹۰، ص۳۹۱)

در حقیقت اس قسم کے مقدس مقاصد، آزادی پسند افراد کے دلوں کی تسخیر، انکی شخصیت میں وزن پیدا کرنے اور انہیں زمان اور مکان سے ماوراء ہونے کا سبب قرار پاتے ہیں۔ اور ان میں تحرک اور انقلاب کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ تقدس اور پاکیزگی کبھی بھی زائل نہیں ہوسکتی ہے؛ کیونکہ اس کی بنیادیں انسان کی پاک فطرت میں ہوتی ہیں جس کا سرچشمہ خداوند عالم کی ذات پاک ہے۔

چار: دینی نصوص کے مطابق ہونا

مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے مقاصد کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ دین کے اصولوں اور اس کی تعلیمات کے مطابق ہوتے ہیں؛ یعنی خدائی ادیان کا مقصد انسان کو روحانی بلندی عطا کرنا اور انہیں دنیوی اور اخروی سعادت سے ہمکنار کرنا ہوتا ہے۔ اسی مسئلہ کے تحقق کی خاطر یہ تحریکیں توحید اور معاد پر ایمان، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، حریت وآزادی اور انصاف پسندی جیسی آفاقی تعلیمات اور کلی اصولوں کو بیان کرتی ہیں۔ اور مذہبی تحریکوں کی تشکیل انہیں بلند اغراض و مقاصد کی خاطر ہوتی ہے۔

اور یہ وہی حقیقت ہے جو انبیاءؑ الٰہی کی اصلاحی اور سیاسی تحریکوں کا مقصد تھی اور امام حسینؑ کی تحریک عاشورہ میں جس کی تجلی بہت واضح نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر امر بالمعروف جو اسلام کی بنیادی ترین مذہبی اور سیاسی تعلیمات میں سے ایک ہے، جناب سیدالشہداءؑ کی طرف سے انکے سیاسی اور بنیادی اہداف کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس تحریک کے مقاصد، تعلیمات اسلام سے باہر کے نہیں ہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کا جزء ہیں اور امام حسینؑ کی تحریک کا معیار اسلامی تعلیمات ہی ہے۔ در اصل خدائی تحریکیں، قرآنی تعلیمات کے مطابق ہوتی ہیں اور امر بالمعروف و نہی از منکر اور راہ خدا میں جہاد جیسی تعلیمات کو اپنی تحریک کا اہم مقصد قرار دیتی ہیں؛ جیساکہ قرآن کریم کی متعدد آیات ان اہداف کو حقیقت پسند اور حریت پسند افراد کی ذمہ داری اور فرض قرار دیتی ہیں۔ (رجوع کریں: سورہ توبہ/۱۲؛ سبا/۴۶)

پانچ: انسانی فطرت کے مطابق ہونا

انسانی فطرت کے مطابق ہونے سے مراد یہ ہے کہ ہر انسان اسکے دین، نسل، قوم اور دیگر علاقائی خصوصیات سے قطع نظر، ذاتی طور پر اس طرح کے بلند اور عظیم اہداف کی تصدیق کرتا ہے بلکہ وہ ان اہداف کو حاصل بھی کرنا چاہتا ہے۔

یہ خصوصیات اس لئے بھی قابل اہمیت ہیں کیونکہ تمام انسان انکو چاہتے ہیں اور ان خدائی اور سیاسی اہداف کے تحقق کی آرزو رکھتے ہیں جیسے ہر انسان فطری طور پر عدل وانصاف اور آزادی چاہتا ہے، ظلم سے نفرت اور مظلومی سے محبت کرتا ہے، نیکیوں کو عام ہوتے ہوئے اور برائیوں کو ختم ہوتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔

اور ساتھ ہی یہ اہداف ومقاصد دین ومذہب سے ماوراء ہوتے ہیں اور بے دین افراد بھی ان اہداف کی حمایت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روز عاشور امام حسینؑ نے فوج دشمن کو مخاطب کرکے فرمایا تھا: "اگر تمہارے پاس دین نہیں ہے تو کم از کم آزاد مرد بن کر رہو" (خوارزمی، ۱۳۶۷ھ، ج ۲، ص ۳۳) امام حسین علیہ السلام کا یہ جملہ اسی خصوصیت کی طرف اشارہ اور اس پر تاکید کر رہا ہے؛ یعنی آزادی دین، ومذہب پر مقدم ہے، اسکی جڑیں انسان کی پاکیزہ فطرت میں ہیں اور دین نے انسان کی اس پاکیزہ فطرت پر مہر تائید لگادی ہے۔ اور اس سلسلہ میں عظیم اور بلند معنی پر مبنی تعلیمات کو پیش کیا ہے۔

چھ: عقلانیت، منطق و شعور

اس طرح کی مذہبی تحریکوں کے مقاصد کی سب سے اہم خصوصیات میں سے ایک انکا عقلانیت یعنی عقلی اور منطقی اصولوں پر مبنی ہونا ہے۔ اور عقلانیت سے مراد یہاں ان اغراض و مقاصد کا عقل و منطق کے مطابق ہونا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض فلاسفہ عقلانیت کو عقلی اور منطقی استدلال کے ہم پلہ مانتے ہیں۔ اور بعض عقلانیت کو اس جگہ قبول کرتے ہیں جہاں مدعیٰ یا حکم کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو۔

بہرحال مجموعی طور پر عقلانیت اپنی تمام اقسام کے ساتھ ان اعتقادات، اعمال و کردار سے متعلق ہوتی ہے جو ان منطقی اور عقلی اصولوں کے مطابق ہوتے ہیں جن کے انسجام سے واقعی اور توقع کے مطابق نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ عقلانیت کی خصوصیات اس طرح ہیں:

۱۔ منطقی اور برہان اور قیاس کے مطابق ہونا

۲۔ اعتقادات کے درمیان ہماہنگی ہونا اور تناقض اور تضاد سے خالی ہونا۔

۳۔ عوام کی اکثریت بالخصوص قوم کے عقلاء کی نگاہ میں قابل قبول ہونا۔

۴۔ عوام میں اکثر افراد کی روزمرہ کی زندگی اور انکے مقاصد کے مطابق ہونا۔

۵۔ دنیوی زندگی کی کامیابی اور اخروی سعادت میں مؤثر کردار ادا کرنا۔

۶۔ منطق کے واضح وروشن اصولوں کے مطابق اور عام فہم ہونا۔

۷۔ سادہ ہونا جسے لوگ آسانی سے سمجھ سکیں اور سمجھا سکیں۔

سیاسی فلسفہ کے ادب میں عقلانیت کے لئے مختلف اقسام بیان کی جاتی ہیں جیسے نظری عقلانیت، عملی عقلانیت، اقداری عقلانیت (Axiology)، فرضیاتی عقلانیت (deontology) اور وسائل پر مبنی عقلانیت۔ (صادقی، ۱۳۸۶، ص ۴۴-۶۵؛ ملکیان، ۱۳۸۱، ص ۴۲۹-۴۳۸)

عقلانیت کی ان اقسام کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریک عاشورہ جیسی تمام اصلی اور مذہبی تحریکوں کے اہداف میں عقلانیت کا اپنی تمام اقسام کے ساتھ موجود لازمی ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلی بات تو یہ کہ اس قسم کی تحریکوں میں نظری لحاظ سے منطقی اور واضح وروشن اہداف و مقاصد ہوتے ہیں جو انسانی فطرت کے مطابق

ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ عملی اعتبار سے یہ منطقی تدبیریں اس تحریک کے سیاسی اہداف کو مختلف زمانوں اور شرائط میں تحقق عطا کرنے میں اپنا کردار ادا کرتی رہتی ہیں اور یہ تدبیریں انسانی اقدار پر مبنی ہوتی ہیں۔ تیسری بات یہ کہ عقلانیت پر مبنی وسائل کے لحاظ سے انہیں وسائل کا انتخاب کرتی ہیں جو ان کے سیاسی مقاصد کو تحقق عطا کرسکیں۔ درحقیقت کلیت اور آفاقیت، الٰہی بنیاد پر مشتمل ہونا، انسانی فطرت کے مطابق ہونا یہ ایسے صفات ہیں جو قدرتی طور پر ان مذہبی تحریکوں کے منطقی اور عقلانیت پر مبنی ہونے کے ضامن ہوتے ہیں۔ جیسے اسی تحریک عاشورہ کی مثال ہے جہاں اس کے اہداف کا عقل و منطق پر مبنی ہونا ہی اس بات کی وجہ بنا کہ یہ تحریک زمان و مکان، قوم و ملت کی حدود میں محدود نہ رہی بلکہ ہر زمانے کے آزادی اور حریت پسند انسانوں کے دل میں جگہ بناتی رہی اور سب کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔

تو مذہبی تحریکوں کے عظیم اہداف و مقاصد کی مختصر وضاحت کے بعد اس بات کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ان اغراض و مقاصد کے درمیان منطقی رابطہ پایا جاتا ہے۔ دراصل مذہبی اور سیاسی تحریکیں فطری طور پر ایسے اغراض و مقاصد کو تلاش کرتی ہیں جن میں آفاقیت، کلیت، تقدس، ثبات، عقلانیت، انسانی فطرت اور مذہبی نصوص سے مطابقت رکھنے کی خصوصیات پائی جاتی ہوں۔ اور اسی وجہ سے یہ تحریکیں ہر زمانے میں ہر انسان اور قوم کے ملت کے لئے قابل استعمال ہوتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ جس تحریک میں یہ تمام شرائط موجود ہوں اس کے لئے یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ وہ زمانہ اور علاقہ سے قطع نظر ہر انسان کے لئے مختلف زمانوں اور شرائط میں قابل قبول ہوسکتی ہے۔ کیونکہ عاشورہ جیسی تحریکوں کی یہ عظیم خصوصیات، ہر مکتب فکر اور ہر مذہبی اور مذہبی رجحان رکھنے والے انسانوں کو اپنی طرف جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ واقعہ عاشورہ کے چودہ سو سال گذرنے کے بعد آج بھی ہر صنف سے تعلق رکھنے والے افراد اس کی عظمت، اہمیت اور احترام کے قائل ہیں۔ اور آگاہ اور با معرفت افراد ان عظیم اہداف کو تحقق بخشنے کی راہ میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرتے اور ایک لحہ بھی فروگذاشت نہیں کرتے ہیں۔ (مطہری، ۱۳۶۶، ج ۲، ص ۴۰-۴۷)۔

ب) طریقۂ کار اور حکمت عملی

آغاز گفتگو میں ہم نے عرض کیا تھا کہ ہمارے مذہبی اور سیاسی شعور کے لئے ضروری ہے کہ ہم تحریک عاشورہ جیسی مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے اہداف، طریقہ کار اور ان کے وسائل کی صحیح شناخت پیدا کریں۔ تو تحریک عاشورہ کے سیاسی اہداف و مقاصد کے تحقق پانے کے لئے ان کے صحیح طریقہ اور روش کو استعمال کرنا ضروری ہے۔

چونکہ یہ طریقہ کار اور حکمت عملی کی شناخت ہمیں اس بات کی رہنمائی کرتی ہے کہ ہم انہیں غلط جگہ استعمال نہ کریں، طریقہ کار کو اہداف یا وسائل سے مخلوط نہ کریں، اس اعتبار سے طریقہ، روش اور حکمت عملی کی اہمیت بڑھ جاتی ہے جسے ہم یہاں بیان کریں گے۔

منطقی، سیاسی اور سماجی لحاظ سے طریقہ کار اور حکمت عملی ایسے مادی، روحانی، علمی، سماجی، سیاسی، ادبی، تزییناتی اور فنکاری تدابیر کو کہتے ہیں جو اہداف اور آرزوؤں کے تحقق، تحفظ اور انکی ترویج کی راہ میں استعمال کی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر تحریک عاشورہ میں وہ تمام سیاسی کام جنہیں امام حسینؑ اور انکے ساتھیوں نے اس تحریک کے اہداف کے تحقق کے لئے انجام دئے تھے وہ کام ان اہداف کے تحقق کے لئے طریقہ اور حکمت عملی شمار ہوتے ہیں۔ تو اس طرح امام علیہ السلام کا مدینہ چھوڑنا، اصل راستہ سے مکہ جانا، اپنے بھائی محمد حنفیہؒ کو خط لکھنا، اہل حرم کو ساتھ لے جانا، لوگوں کو اپنی طرف دعوت دینا، مکہ میں دوسرے مسلمانوں سے ملاقات کرنا، مکہ سے کوفہ کی طرف جانا، جناب مسلم کو کوفہ کے حالات سے آگاہی کے لئے وہاں بھیجنا، حر اور پسر سعد کے سپاہیوں کے سامنے تقریر کرنا اور دوسرے موارد یہ وہ طریقہ کار ہیں جنہیں اہداف عاشورہ کے تحقق کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ لیکن ممکن ہے کہ ان میں سے ہر ایک طریقہ اور حکمت عملی زمانہ کے تقاضوں کے تحت تبدیل ہو جائے اور کسی دوسری شکل میں سامنے آئے۔

اسی طرح جناب زینبؑ اور امام سجادؑ نے خطبوں اور تقریروں کے طریقہ کو اپنایا یا ائمہ معصومینؑ نے واقعہ عاشورہ کو زندہ رکھنے کی خاطر اس تحریک کو یاد رکھنے اور اس کے بارے میں جاننے اور سیکھنے کے طریقہ اور حکمت عملی کو استعمال کیا۔

چنانچہ ان تاریخی تبدیلیوں اور حالات کے پیش نظر جنہیں تحریک عاشورہ پیچھے چھوڑتی ہوئی آگے نکل آئی ہے، آج جب دنیائے تشیع میں علمی، سیاسی، مذہبی، تزیئیناتی اور ادبی میدانوں میں توسیع اور ترقی ہوئی تو وہیں اب اس تحریک کے تحفظ اور اس کے زندہ رکھنے کی روش اور طریقہ کار میں بھی تبدیلی دیکھنے کو ملی ہے۔ اس اعتبار سے کتب مقاتل کی تالیف، اشعار اور مرثیہ سرائی، مختلف تقریریں اور مجالس عزاء کا انعقاد، ماتم و نوحہ خوانی، واقعہ عاشورہ سے متعلق فلم اور سیریلوں کا بنایا جانا، تھئیٹر پلے ہونا، پینٹنگس اور تصویر کشی، عاشور کے سلسلہ میں تحقیقی کتابیں اور مضامین کا لکھا جانا وغیرہ ایسے امور ہیں جنہیں آج تحریک عاشورہ کے اہداف کو تحقق بخشنے اور اس تحریک کے تحفظ اور اس کو زندہ رکھنے کے طریقہ کار اور روش کے طور پر جانا جاتا ہے۔

مذکورہ طریقوں اور حکمت عملی کی اہم خصوصیات یہ ہیں کہ زمانہ اور علاقہ تبدیل ہونے کے ساتھ انکا کردار تبدیل ہوتا رہتا ہے اور یہ طریقۂ کار عام فکروں کے مطابق ہوتے ہیں تاکہ لوگ ان سے بہرہ مند ہو سکیں۔ مثال کے طور پر امام حسینؑ کا طریقہ کار، جناب زینب اور امام سجاد علیہما السلام کی حکمت عملی سے مختلف تھا، اور دیگر ائمہ علیہم السلام کا طریقہ اپنے زمانوں میں دونوں بزرگوار سے مختلف رہا اور ان کے بعد آنے والے مختلف شیعہ علمائے کرام کی حکمت عملی ائمہؑ کی حکمت عملی سے مختلف تھی۔ لیکن زمانوں اور علاقوں کی تبدیلی کی وجہ سے طریقۂ کار اور طرز عمل کے اختلاف کے باوجود سب کا مقصد ایک ہی تھا اور وہ تحریک عاشورہ کا تحفظ، اس کی توسیع اور اس کے سیاسی اہداف کو تحقق بخشنا تھا؛ یعنی طریقے اگرچہ مختلف تھے لیکن اغراض و مقاصد ہر زمانہ اور ہر جگہ ایک ہی تھے۔

تو طریقہ کار اور اہداف کے درمیان بنیادی فرق سے آشنائی کے ذریعہ ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ کسی بھی مذہبی تحریک کا طریقہ کار و حکمت عملی، اہداف کی طرح نہیں ہوتے ہیں یعنی یہ طریقہ کار، کلی، آفاقی اور ثابت نہیں ہوتے بلکہ زمانوں، علاقوں اور عوام کی افکار اور جذبات کے اعتبار سے انمیں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ طرز عمل اور طریقہ کار کا تقدس ذاتی نہیں ہوتا بلکہ اگر ان میں وقتی تقدس پیدا بھی ہوتا ہے تو وہ ان مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے مقدس اہداف کو تحقق دینے میں مؤثر ہونے اور ان تحریکوں کے تحفظ اور انکی توسیع کی راہ میں کردار ادا کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

طرز عمل اور طریقہ کار ہمیشہ عملی عقلانیت اور عقلانیت پر مبنی وسیلہ سے فائدہ حاصل کرتے ہیں کیونکہ اس قسم کی عقلانیت اور اس کے اصول تبدیل ہونے والے ہوتے ہیں اور انسانی فکر اور طرز زندگی میں تبدیلی کے ساتھ مختلف حالات اور شرائط میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ طریقہ، روش اور طرز عمل سب کے لئے نہیں ہوتے اور نہ تمام مکاتب فکر رکھنے والے افراد کے لئے قابل قبول ہوتے ہیں اور نہ ہی سب کو اپنی طرف جذب کر سکتے ہیں بلکہ کسی کو پسند آتے ہیں اور کسی کو نہیں اور کوئی انہیں قبول کرتا ہے اور کوئی نہیں۔ تو اس بات پر توجہ ضرور ہونی چاہئے کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ مختلف معاشروں کا طرز فکر اور طرز زندگی تبدیل ہوتا رہتا ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اہداف تک پہونچنے کے لئے ہر زمانے کے طریقہ کار کی ماہیت مختلف ہوتی ہے۔

چنانچہ ان چودہ صدیوں میں مشاہدہ کیا گیا ہے کہ شیعہ قوم جن معاشروں میں رہتی تھی، تحریک عاشورہ کے تحفظ اور اسے زندہ رکھنے کے لئے انہیں زمانوں، افکار، شرائط اور حالات کے مطابق حکمت عملی اپنانی پڑی۔

جیسے عاشورائی ثقافت کو فروغ دینے کے لئے جو طریقہ آج رائج ہے وہ سب دوسرے زمانوں میں رائج نہیں تھا۔

لہٰذا مختلف طریقہ کار کے استعمال کی وجہ، انسانوں کی طرز زندگی کا مختلف ہونا ہے اور انکا وہ زاویہ نظر ہے جس سے وہ واقعہ عاشورہ کو دیکھتے تھے لیکن ان سب اختلافات کے باوجود، اہداف و مقاصد سب کے ایک ہی تھے۔ تو خود طرز عمل اور روش خود اصلی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ انکو اعتبار و اہمیت، اس لحاظ سے ملتا ہے کہ وہ اہداف کے تحقق کی راہ میں کس قدر کردار ادا کرتے ہیں اور تحریک کے تحفظ اور اس کو زندہ رکھنے میں کتنے مؤثر ہوتے ہیں۔

ج) وسائل

وسائل عام طور پر مادی اور نیم مادی اشیاء کے ایسے مجموعہ کو کہتے ہیں جن کو مختلف اعتبار سے مذہبی اور سیاسی طرز عمل اور طریقہ کار میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ وسائل، طریقہ کار کے لئے آسانی فراہم کرنے اور انکی مدد کرنے کا کردار ادا کرتے ہیں۔ تو اس بنیاد پر، عزاداری کے لئے جگہ تیار کرنا جیسے امام بارگاہوں کا سجانا سبیلیں لگانا، عزاداری کے وسائل کا استعمال جیسے علم، شبیہیں، طبل اور ترویج عزاء اور تحریک عاشورہ کے مذہبی اور سیاسی تعلیمات کو فروغ دینے کے لئے استعمال کئے جانے والے دیگر امور اور اشیاء وسائل کے طور پر اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ وسائل کا کام طریقہ کار اور حکمت عملی کی کے لئے میدان فراہم کرنا ہے اور وسائل اور طریقہ کار دونوں، اہداف و مقاصد کے خادم ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ان صفات کے ساتھ وسائل بھی طریقہ کار کی ماہیت کے ساتھ مکمل طور پر وابستہ ہوتے ہیں۔ اور عاشورہ جیسی مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے تحفظ کی راہ میں طریقوں کے تبدیل ہونے کے ساتھ ساتھ وسائل میں بھی تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

چنانچہ کلیت وشمولیت، اطلاق، ثبات، تقدس، آفاقیت، عقلانیت، فطرت اور دینی نصوص کے مطابق ہونے، سب کو اپنی طرف جذب کرنے کی صلاحیت جو مذہبی اور سیاسی تحریکوں کی خصوصیات ہیں، یہ صفات اور خصوصیات وسائل میں نہیں پائی جاتی ہیں بلکہ وسائل کے لئے ضروری بھی نہیں ہوتی ہیں۔ بلکہ اس کے بجائے انکا کردار واسطہ بننے کا ہوتا ہے اور یہ وسائل مکمل طور پر عوام کے طرز فکر اور ان کے طرز زندگی سے وابستہ ہوتے ہیں اور ان میں تبدیلی اور تکامل پیدا ہوتا رہتا ہے ان کا تقدس وقتی، محدود اور مقامی تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے۔ اور یہی چیز وسائل کی ذاتیات سے تعلق رکھتی ہے۔

۳۔ اہداف، طریقہ کار اور وسائل کا تقابلی جائزہ

مذکورہ مطالب، عاشورہ جیسی مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے تحفظ کے سلسلہ میں ان تینوں اصولوں سے آشنائی اور ان کی معرفت پیدا کرنے کا میدان فراہم کرتے ہیں۔ کلیت و شمولیت، اطلاق، ثبات، تقدس، آفاقیت، عقلانیت، فطرت بشر اور دینی نصوص کے مطابق ہونے جیسی خصوصیات کے پیش نظر ان تین اصولوں کا تقابلی جائزہ لیا جاسکتا ہے اور انکی شباہت اور فرق کو بھی بیان کیا جاسکتا ہے جس کے نتیجہ میں انکی حقیقت سے صحیح آشنائی پیدا کرتے ہوئے انہیں آپس میں ایک دوسرے سے مخلوط کرنے سے بچایا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں وسائل کا جزئی اور مقامی عنصر روش اور طریقہ کار سے زیادہ ہے۔ تقدس کے لحاظ سے مذہبی اور سیاسی تحریکیں ہمیشہ مقدس ہوتی ہیں؛ جبکہ طریقہ کار اور وسائل ہمیشہ مقدس نہیں ہوتے ہیں؛ کیوں کہ طریقہ کار وہی سیاسی حکمت عملی ہوتی ہیں جن کے ذریعہ تحریک کا مقصد پورا ہوتا اور ان کا تحفظ اور ان کی ترویج ہوتی ہے اور وسائل وہ اشیاء ہوتی ہیں جنہیں ان مقاصد کی راہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔

عقلی اور منطقی ہونے کے اعتبار سے بیان کیا جاچکا ہے کہ دینی تحریکیں نظری اور عملی عقلانیت سے سرشار ہوتی ہیں؛ کیونکہ یہ تحریکیں پاک اور الٰہی فطرت پر مبنی ہوتی ہیں۔ لیکن طریقہ کار اور وسائل کے سلسلہ میں صرف وسیلہ پر مبنی عقلانیت یا عملی عقلانیت کو ہی لحاظ کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ امور افکار، ضرورتوں اور طرز زندگی کے تبدیل ہونے کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور ان میں تکامل پیدا ہوتا رہتا ہے۔ جبکہ عاشورہ جیسی مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے اہداف و مقاصد میں تاریخی ثبات پایا جاتا ہے اور ان پر زمانہ کی تبدیلی اثرانداز نہیں ہوتیں اور زمانہ انہیں فرسودہ نہیں کرسکتا ہے لیکن وسائل اور طریقہ کار سماج، وقت اور حالات کے بدلنے کے ساتھ بدلتے ہوئے مختلف شکل اختیار کرتے رہتے ہیں۔ دینی نصوص کے ساتھ مطابقت کے سلسلہ میں کہا جاسکتا ہے کہ مذہبی تحریکوں کے اہداف کا مصدر دین ہوتا ہے اور یہ اہداف قرآنی تعلیمات کے مطابق ہوتے ہیں اور اس کی نمایاں مثال عاشورہ کی عظیم تحریک ہے، لیکن دین میں ان اہداف کے تحفظ کے لئے کسی خاص وسیلہ، طریقہ اور حکمت عملی کو بیان نہیں کیا گیا ہے، بلکہ یہ امور خاص سیاسی اور سماجی شرائط اور انسانی طرز زندگی پر مبتنی ہوتے ہیں اور انسان کو اختیار ہے کہ جس طریقہ اور وسیلہ کو چاہے استعمال کرے۔ انسانی فطرت کے مطابق ہونے کے سلسلہ میں بھی بتادیا جائے کہ مذہبی اور سیاسی تحریکیں عام طور پر پاک اور الٰہی انسانی فطرت کے مطابق ہوتی ہیں جبکہ طریقہ کار اور وسائل زمانے کے تقاضوں اور طرز زندگی کے مطابق ہوتے ہیں۔

اس تقابل کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ جو چیز خدائی اور سیاسی تحریکوں کو اہمیت، اعتبار اور تقدس عطا کرتی ہے جس کی راہ میں انسان جان بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے وہ اس تحریک کے اغراض و مقاصد ہوتے ہیں، نہ کہ وسائل اور طریقہ کار۔

تو مذہبی تحریکوں میں صرف اہداف و مقاصد تقدس اور اصلیت رکھتے ہیں۔ اور وسائل اور طریقہ کار میں ذاتی طور پر کوئی تقدس نہیں پایا جاتا ہے بلکہ انکی اہمیت اور ان کا تقدس وقتی ہوتا ہے اور اتنا ہی ہوتا ہے جتنا وہ ان اہداف کے تحقق، تحفظ اور انکی ترویج کی راہ میں کردار ادا کرتے ہیں۔

۴۔ تحریک عاشورہ کے اہداف، طرز عمل اور وسائل کے مذہبی اور سیاسی پہلو

تحریک عاشورہ جیسی مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے مقاصد، طرز عمل اور وسائل کی خصوصیات اور استعمال کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کے بعد یہ بات آسان ہو جاتی ہے کہ ہم تحریک عاشورہ کے اہداف و مقاصد، طریقہ کار اور وسائل کی شناسائی کریں تاکہ انکی شناسائی کے ذریعہ ان کے ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط ہو جانے کے خطرہ کو بہتر طور پر بیان کر سکیں:

الف) تحریک عاشور کے مذہبی اور سیاسی اہداف

جیساکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہر مذہبی تحریک کی بنیاد اور اس کا محور، اس کے اصلی مذہبی اور سیاسی اہداف و مقاصد تشکیل دیتے ہیں۔ اور اس تحریک کے سلسلہ میں استعمال ہونے والی حکمت عملی اور وسائل کی اہمیت انہیں اغراض و مقاصد کے ضمن میں ہی قرار پاتی ہے۔ چنانچہ کسی بھی تحریک کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ پہلے اس کے اغراض و مقاصد کی شناسائی کی جائے اور اس کے بعد اس کے طریقہ کار اور وسائل کی۔ چنانچہ تحریک عاشورہ کے خدائی اور سیاسی اغراض و مقاصد اس کے دیگر تمام پہلوؤں اور اس سے متعلق تمام امور پر اولویت رکھتے ہیں۔

تحریک عاشورہ کے الٰہی اور سیاسی اغراض و مقاصد کی معرفت کے لئے بہترین ماخذ اور سرچشمہ امام حسین علیہ السلام کے خطبے اور انکا مبارک کلام ہے جسے حوالے کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ اس مقام پر ہم زیادہ تر امام حسین علیہ السلام کی ان باتوں اور حدیثوں کو بیان کریں جو انہوں نے مدینہ سے نکلنے کے بعد سے لیکر کربلا میں اپنی شہادت تک چھ مہینے کے عرصہ میں بیان فرمائی تھیں۔ اس مختصر سے عرصہ میں مختلف مقامات اور حالات میں آپکے تقریباً ستر خطبوں اور حدیثوں کو محفوظ کیا گیا ہے۔ جن میں سے کچھ کے ذریعہ ہم امام حسین علیہ

السلام کی تحریک کے مذہبی اور سیاسی اغراض و مقاصد کو واضح طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ اور یزید کی بیعت کے انکار اور اس کے خلاف خروج و قیام کرنے کو بھی سمجھ سکتے ہیں کہ امام کی اصلاحی اور سیاسی تحریک کی کا مجموعی مقصد کیا تھا۔

جن موارد پر امام نے یہ خطبے اور احادیث بیان فرمائی ہیں ان کو بیان کرنے سے پہلے تحریک عاشورہ کے ان بنیادی اصولوں کو بیان کر دیا جائے جو امامؑ کی ان باتوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ وہ اصول مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ انسان کا ہر قسم کے ظلم و ستم کی قید سے آزاد ہونا

۲۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا

۳۔ کسی بھی قسم کی ذلت اور پستی کو قبول نہ کرنا

۴۔ انسان کو اس کی عظمت اور اسکی روح کی بلندی سے آشنا کرنا

۵۔ اسلام کی اصلی اور واقعی تعلیمات کو زندہ کرنا

۶۔ مظلوموں کی مدد پر زور دینا

۷۔ ظالم کی حکومت اور اس کی بیعت سے انکار کرنا

۸۔ عدل و انصاف، ایثار، وعدے کی وفا۔۔۔ جیسی انسان اقدار کی تصدیق اور انہیں پھیلانے کی کوشش کرنا

۹۔ مسلمانوں میں سیاسی اور مذہبی ابتریت اور خرابی کی اصلاح کرنا

۱۰۔ حقیقی آزادی اور عدل و انصاف کے قیام کے لئے اسلامی حکومت قائم کرنا

اب یہاں پر ہم امام حسینؑ کی ان باتوں اور کلام کی طرف اشارہ کریں گے جن کے ذریعہ ان کی اس اصلاحی اور سیاسی تحریک کے اسباب اور اغراض و مقاصد کی وضاحت ہوتی ہے اور اس انقلابی تحریک کے اسرار آشکار ہوتے ہیں:

ایک: معاشرے میں پیدا ہونے والی سماجی اور سیاسی برائیوں اور فساد کے مقابلہ میں مسلمانوں کی شرعی اور سیاسی ذمہ داری

سن ۵۸ ہجری یعنی مرگ معاویہ اور تحریک عاشورہ کے آغاز سے دو سال قبل حج کے موقع پر منیٰ کے میدان میں امام حسینؑ نے ایک بہت ہی اہم خطبہ ارشاد فرمایا تھا، جس میں آپ نے اہلبیتؑ عصمت و طہارت کے فضائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے عظیم فرض، اس زمانے میں رائج برائیوں اور معاویہ کے ظلم و ستم کے خلاف اسلامی معاشرے میں علماء کے قیام اور عکس العمل کے لئے بہت زیادہ تاکید فرمائی تھی۔ اسی خطبے کے آخر میں جناب سیدالشہداؑ نے ذلت و خواری پر مبنی اس وقت کے اسلامی معاشرے کی طرف بھی اشارہ کیا تھا اور ان حالات کے وجود میں آنے کا سبب اس وقت موجود اصحاب پیغمبرؐ اور تابعین کی دنیاپرستی کو قرار دیا تھا۔ اس کے بعد وہ ذلت اور رسوائی جو امت مسلمہ کے گلوگیر تھی اس کی وضاحت فرمائی تھی اور ساتھ یہ بھی بتایا تھا کہ معاویہ جیسے لوگوں کے اسلامی معاشرے پر مسلط ہونے کی وجہ مسلمانوں کا موت سے ڈرنا اور دنیا سے دل لگانا ہے۔ (رجوع کریں: نجمی، ص ۳۸۸؛ مجلسی، ۱۴۱۷ھ، ج۹۷، ص ۷۹؛ طبرسی، ۱۳۳۸، ج ۲، ص ۱۷)

دو: فاسق و فاجر حکومت کی بیعت سے انکار

رجب سن ۶۰ ہجری میں معاویہ کی موت کے بعد، یزید لعن نے ولید ابن عتبہ کو امام حسینؑ، عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر سے بیعت لینے پر مامور کیا۔ امام حسینؑ نے بیعت سے انکار کردیا اور اس کی وجہ اموی خاندان کا فساد اور برائیاں اور اہلبیتؑ کا اسلامی معاشرے کی ہدایت اور رہبری کے لئے سب سے زیادہ مناسب و شائستہ ہونا بتایا۔ اس مقام پر اس تاریخی حقیقت کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے مدینہ سے نکلنے اور عاشورہ کی اصلاحی اور سیاسی تحریک کے آغاز کا پہلا سیاسی سبب یزید کی بیعت سے انکار تھا۔ کیونکہ یہ امر یزید کے برسراقتدار آنے اور اس کے نمایندے کی طرف سے طلب بیعت کے عمل کے فوراً بعد انجام پایا تھا۔ (خوارزمی، ۱۳۶۷ھ، ج ا، ص ۱۸۴؛ سید بن طاوس، ۱۳۲۱، ص ۱۹؛ مجلسی، ۱۴۱۷ھ، ج ۴۴، ص ۳۲۵؛ نجمی، ۱۳۹۳، ص ۳۶-۳۷؛ مطہری، ۱۳۶۶، ج ۲، ص ۲۶)۔

اس پورے قضیہ میں امام حسین علیہ السلام کی سب سے زیادہ تاکید مسلمانوں پر معاویہ جیسے لوگوں کی حکومت کے فاسد ہونے اور ان کے شرعی اور سیاسی طور پر ناجائز ہونے پر تھی۔

تین: اصلاح امت، امر بالمروف اور نہی عن المنکر کے لئے نکلنا

جناب محمد حنفیہؓ کو امام حسینؑ کی وصیت اور تحریر میں امام حسینؑ کے مقاصد کو بیان کرنے والی باتیں واضح اور آشکار ہیں۔ اور امامؑ نے یہ باتیں اس وقت بیان فرمائی تھیں جب ابھی اہل کوفہ کی طرف سے آپکو بلایا نہیں گیا تھا بلکہ امام حسینؑ نے مدینہ سے نکلتے وقت یزید اور اس کے کارندوں کی بیعت نہ کرنے کی وجہ اپنے بھائی سے وصیت کے طور پر بیان کردی تھی۔ آپ فرماتے ہیں: "میں خود خواہی اور تفریح کے لئے نہیں نکل رہا ہوں بلکہ میرا مقصد نیکیوں کا حکم دینا، برائیوں سے روکنا ہے اور میں اپنی اس تحریک کے ذریعہ اپنے جدؐ کی امت میں پیدا ہونے والی برائیوں کی اصلاح کرنا چاہتا ہوں اور اپنے جد کے قانون اور سنت اور اپنے بابا کی راہ و روش کو زندہ کرنا چاہتا ہوں۔"۔ (خوارزمی، ۱۳۶۷ھ، ج۱، ص ۲۳۷)۔

اپنی اس مختصر سی وصیت میں امام حسین علیہ السلام نے شہوات نفسانی اور ہوا و ہوس سے دوری کی تاکید کرتے ہوئے، اپنی اس تحریک کا مذہبی اور سیاسی مقصد امر بالمعروف، نہی از منکر اور امت میں پیدا ہونے والی برائیوں کی اصلاح کو بیان فرمایا تھا۔

ان مقاصد میں سے دوسرا مقصد امت رسولؐ کی اصلاح اور رسول خداؐ اور امام علیؑ کی سیرت کو زندہ کرنا ہے جو امر بالمعروف اور نہی از منکر کا واضح مصداق ہے اور یہ امر عاشورہ کی مذہبی اور سیاسی تحریک کی اصل اور بنیاد ہے۔ اس مقام پر یہ تاکید کردینا ضروری ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی اس تحریک کا سب سے اہم ہدف اور عنصر یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ (مطہری، ۱۳۶۶، ج۲، ص ۱۴-۱۶) درحقیقت تحریک عاشورہ کا یہی وہ اہم عنصر اور ہدف ہے جس نے اسے آفاقیت اور تقدس عطا کیا اور دنیا کے تمام آزاد ضمیر انسانوں کو اپنی طرف متوجہ اور جذب کیا؛ کیونکہ امام حسینؑ کا امر بالمروف اور نہی از منکر پر اصرار کرنا مکمل طور پر قرآن کریم کی مذہبی اور سیاسی تعلیمات کے مطابق تھا۔

چار: کتاب خدا، سنت نبیؐ اور حقیقی سعادت کی طرف دعوت

امام حسینؑ نے مکہ میں وارد ہوتے ہی امت مسلمہ کو اپنے ان مقاصد سے آگاہ کرنے کے لئے ہر ممکنہ وسیلہ اور طریقہ کا استعمال کیا۔ انہوں نے بصرہ کے عوام اور وہاں کے بزرگوں کو خط لکھا، اسمیں لوگوں کو کتاب خدا اور سنت رسولؐ پر عمل کرنے اور حقیقی کامیابی اور سعادت کی طرف دعوت دی اور ساتھ ہی اس بات پر تاکید کی کہ لوگوں پر حکومت کے لئے سب سے مناسب اور شائستہ ترین شخصیت خود امامؑ کی ذات ہے۔ (نجمی، ۱۳۹۳، ص ۷۳) دراصل، بصرہ کے عوام کو دعوت دینے کا مقصد انکو اپنی مدد کے لئے بلانا تھا لیکن یہ عمل مقدمہ تھا اس

تحریک کے اصلی مقصد یعنی قرآن و سنت کو زندہ کرنے اور دوبارہ ان کی طرف واپس لانے کا۔ تو اس مقام پر بھی امام حسین علیہ السلام کی اس مذہبی اور سیاسی تحریک کا مقصد وہی امر بالمعروف اور نہی از منکر قرار پاتا ہے۔

پانچ: عدل و انصاف پر مبنی حکومت کا قیام

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ معاویہ کے مرنے اور امام حسینؑ کا یزید کی بیعت سے انکار اور مدینہ سے نکل کر مکہ جانے کو کوفہ کے عوام اور بزرگوں نے غنیمت جانا کہ امام حسینؑ کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی جائے کیونکہ اہل کوفہ، معاویہ اور اس کے کارندوں کے ظلم و ستم سے تنگ آچکے تھے۔ انہوں جناب سیدالشہداءؑ کو متعدد خطوط لکھے جس میں کوفہ آنے اور یزید کے خلاف قیام اور اسلامی حکومت کی تشکیل کی دعوت دی۔

اٹھارہ ہزار کی تعداد میں خطوط امام علیہ السلام کو بھیجے گئے اور یہ تعداد ان خطوط کی صحت اور لکھنے والوں کے وفاء عہد کے پابند ہونے کی علامت تھی جس کو دیکھتے ہوئے یہ فطری سی بات ہے کہ امام حسینؑ امام، عالم اور اسلامی معاشرے کے مذہبی اور سیاسی رہنما ہونے کے عنوان سے ان کی دعوت کو قبول کریں کہ اگر وہ لوگ اپنی دعوت اور وعدے میں سچے ہیں تو ان کی مدد کے لئے آگے بڑھیں گے؛ کیونکہ امام حسین علیہ السلام کا مقصد ہی عدل و انصاف اور حریت کا قیام اور سنت پیغمبرؐ و تعلیمات قرآن کو زندہ کرنا تھا۔ ۔ (مطہری، ۱۳۶۵، ج ۱، ص ۷۰)۔ تو اس طرح امام کی شرعی ذمہ داری اور عدل و انصاف کے قیام کی پابندی اس بات کا تقاضہ کر رہی تھی کہ وہ رائج طریقہ کے ذریعہ اہل کوفہ کی مدد کے لئے جائیں اور انہیں یزیدیوں کے ظلم و ستم سے نجات دلائیں۔ اسی لئے امام حسینؑ نے ذی الحجہ سن ۶۰ ہجری کی ابتدا میں جناب مسلم ابن عقیل کو اپنے پیغام کے ساتھ کوفہ روانہ کیا اور خود اسی سال ۸ ذی الحجہ کو مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

اگرچہ مقام ثعلبیہ پر ہی امام حسینؑ جناب مسلم کی شہادت سے باخبر ہوگئے تھے لیکن خبر شہادت، امام کے لئے منطقی دلیل نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ مکہ پلٹ جائیں یا کسی اور جگہ چلے جائیں؛ کیوں کہ اب بھی اپنے اہداف کو آگے لے جانے یعنی کوفہ میں موجود اموی کارندوں پر غلبہ پیدا کرنے کا موقع تھا اور وہاں وہ وفادار شیعہ موجود تھے جو امامؑ کے اس عظیم مذہبی اور سیاسی اہداف کی راہ میں اپنی جان نثار کرسکتے تھے۔

اس کے علاوہ مکہ اور مدینہ جیسے شہر بھی امامؑ کے لئے مقام امن نہیں رہ گئے تھے۔ چنانچہ امامؑ نے کوفہ کی سمت اپنے سفر کو جاری رکھا یہاں تک منزل شراف پر ایک ہزار سپاہیوں پر مشتمل حر ریاحی کی فوج نے امامؑ کا راستہ روک لیا۔ امام حسینؑ اور حر کی فوج کے درمیان جو باتیں ہوئیں اس میں امامؑ نے واضح کردیا کہ اہل کوفہ نے

انہیں کوفہ میں تشکیل حکومت اور انکی دینی اور سیاسی رہبری کی دعوت دی ہے۔(ابن اثیر، ۱۳۸۳، ج ۳، ص ۲۸۰؛ شیخ مفید، ۱۳۸۸، ص ۲۲۴-۲۲۵)

اس سلسلہ میں امامؑ کی باتیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ مسلمانوں کا امامؑ کو دعوت دینا اور طاغوت کے ظلم سے نجات دلوانے کے لئے ان کو مذہبی اور سیاسی رہنما کے طور پر قبول کرنا، امامؑ پر یہ فرض عائد کرتا ہے کہ وہ انکی دعوت پر لبیک کہیں۔ چنانچہ اس مرحلہ تک اہل کوفہ کی دعوت کو قبول کرنا اور ان کی مدد کے لئے وہاں جانا اور سیاسی اور مذہبی رہنمائی کرنا نہ صرف امام حسین علیہ السلام کا شرعی فریضہ تھا بلکہ یہ عمل امامؑ کی تحریک کے اصل اہداف یعنی امر بالمعروف و نہی از منکر، اصلاح اور اقدار اسلامی کے احیاء کا مقدمہ بھی تھا جو ان مقاصد کے تحقق کی راہ میں مؤثر کردار رکھتا تھا۔(صالحہ نجف آبادی، ۱۳۶۲، ص ۹۴-۹۸)

ساتھ ہی اگر امام حسین علیہ السلام اہل کوفہ کی دعوت کو رد کر دیتے اور ان کو منع کر دیتے تو پھر وہ کس طرح عدل و انصاف، آزادی و حریت اور اسلام کی عظیم تعلیمات کو زندہ کرنے کا دعوی کر سکتے تھے۔؟! مستقبل کی تاریخ اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے اپنی حقانیت کو کیسے ثابت کرتے؟!۔ اور جب امامؑ اور حر کی سپاہیوں کا سامنا ہوا اور حر اور اسکے ساتھی امام حسینؑ کے سامنے لاجواب ہوگئے (کیونکہ احتمالاً اس کے سپاہیوں میں کچھ افراد وہ بھی تھے جنہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھا تھا) تو حر نے کہا: مجھے آپکو عبیداللہ بن زیادہ کے پاس لے جا کر بیعت کروانے پر مامور کیا گیا ہے، امامؑ نے عبیداللہ اور یزید کی بیعت سے انکار کر دیا جس کے بعد امامؑ اور حر کا قافلہ مقام نینوا کی سمت جا کر رک گیا۔ تو اب اس کے بعد اگرچہ کوفہ جا کر تشکیل حکومت کا مقصد مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے لیکن سب سے اہم مذہبی اور سیاسی مقاصد یعنی بیعت یزید کا انکار، ہر قسم کی ذلت و رسوائی سے دوری، آزادی اور حریت پر تاکید، امر بالمعروف اور نہی از منکر جیسے مقاصد کا محقق ہونا ابھی باقی تھے اور یہ مقاصد امام حسینؑ کی شہادت، انکے باوفا اصحاب کی شہادت اور اہل حرم کی قید ہونے سے پورے ہو سکتے تھے۔

چھ: ظلم کی مخالفت اور طاغوتی حکام کے خلاف سیاسی رد عمل

اب اپنی اس اصلاحی تحریک کے بعد کے مراحل میں امام حسینؑ، بنی امیہ کی دین اور شریعت مخالف حرکتوں کو آشکار کرتے ہیں، دیندار افراد کو انکی شرعی ذمہ داری کی طرف متوجہ کرتے اور شرعی ذمہ داری کے سلسلہ میں غفلت برتنے والوں کے انجام کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور امامؑ کا یہ عمل انکی بیدار کرنے والی اس تحریک اور انقلاب کا اہم مقصد تھا۔ آپ مقام بیضہ پر، حر کی فوج کے سامنے خطبہ دیتے ہیں اور آزادی پسند اور آزادی کے

پابند افراد کو ظالم اور حرام خور حکمران کے سامنے کھڑے ہو جانے پر تاکید کرتے ہیں۔ (ابن اثیر، ۱۳۸۷، ج ۳، ص ۲۸۰؛ خوارزمی، ۱۳۶۷ھ، ج ۱، ص ۲۲۹)

سات: ذلت و رسوائی قبول نہ کرنا

امام حسینؑ کا قافلہ حر کے قافلہ سے روبرو ہوتا ہے اور حر، امام حسین علیہ السلام سے ذلت اور رسوائی پر مبنی یزید کی بیعت چاہتا ہے۔ اسی مرحلہ کے بعد سے امام حسینؑ اپنی باتوں اور خطبوں میں اپنے اصلی مقصد یعنی ذلت و رسوائی سے دوری اور عزت کے ساتھ موت پر تاکید کرتے ہیں۔ اور کربلا میں وارد ہوتے ہوتے اس تاکید میں مزید شدت پیدا ہو جاتی ہے؛ گویا امام حسینؑ کہنا چاہتے ہیں کہ ہر آزادی پسند انسان اس اصلاحی انقلاب کے لئے عزت کی موت کے ساتھ اپنے خون کا نذرانہ پیش کرے۔ (خوارزمی، ۱۳۶۷، ج ۱، ص ۲۳۷؛ سید بن طاوس، ۱۳۲۱، ص ۶۹)۔

مختلف مقامات پر دئے گئے خطبوں میں امام حسینؑ نے شرافت مندانہ اور عزت کی زندگی پر خاص تاکید فرمائی ہے۔ اسی طرح روز عاشور پسر سعد کی فوج کے سامنے بھی جب آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو اس مسئلہ پر بہت زیادہ تاکید فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں جناب سید الشہداءؑ یہ عظیم جملہ ارشاد فرماتے ہیں "موت ذلت قبول کرنے سے بہتر ہے"۔ (خوارزمی، ۱۳۶۷، ج ۲، ص ۷-۸ و ۳۴۶؛ حرانی، ۱۳۹۴، ص ۱۱۷)

آٹھ: حریت و آزادی انسانی، زندگی کی بنیاد

شہادت سے پہلے امام حسینؑ نے زندگی کے جس اصول کی طرف اشارہ کیا وہ حریت و آزادی ہے۔ جب اس ملعون اور خنزیر صفت فوج یزید نے اہل حرم کے خیام کو غارت اور تاراج کرنے کا قصد کیا تو اس وقت جناب سید الشہداءؑ نے انسان کی سب اہم خصوصیت یعنی اور حریت آزادی پر تاکید فرمائی۔ اور یہ اصول نہ صرف امام حسینؑ کی اس اصلاحی تحریک کا اہم مقصد تھی بلکہ تمام مصلحان جہان کی یہی آرزو رہی ہے اور ہر زمانے اور علاقہ میں اس کو اہم سمجھا گیا ہے۔

ب) تحریکِ عاشورہ کے مقاصد کے سلسلہ میں ہماری مذہبی اور سیاسی سمجھ کا تجزیہ

ہم نے تحریکِ عاشورہ کے زیادہ تر مقاصد کو یہاں بیان کر دیا ہے۔ لیکن اس بات پر توجہ رہے کہ تمام مقاصد برابر اور یکسان نہیں ہیں بلکہ کچھ اس میں مقدم اور کچھ مؤخر ہیں کچھ کی اہمیت زیادہ اور کچھ کی دوسرے سے کم

ہے۔ تو اس اعتبار سے ان تمام مقاصد میں امر بالمعروف اور نہی از منکر کی اہمیت سب سے زیادہ ہے اور دیگر اہداف و مقاصد، اہمیت کے لحاظ سے اس سے کم بلکہ اسی کے ضمن میں قرار پاتے ہیں۔ شہید مطہریؒ، امر بالمعروف کے اصل کردار کے پیش نظر کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت اسی مقصد کے تحت تھی، شہید مطہریؒ اس عنصر کو ایسا بنیادی ترین مذہبی اور سیاسی مقصد شمار کرتے ہیں جو اسلامی معاشرے کی بقاء کا ضامن ہے اور اس کا نہ ہونا یا اس پر عمل نہ کرنا انسانی معاشرے کی فرو پاشی اور اس کے برباد ہو جانے کا سبب ہوگا۔ (رجوع کریں؛ مطہری، ۱۳۶۶، ج ۲، ص ۷۶: ۱۳۶۵، ج ۳، ص ۲۸۵)۔ یہ اہداف جن کو امام حسین علیہ السلام کے بعد دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام اور بابصیرت علماء نے نشر کیا اور ان کی تبلیغ کی، یہ ہمیں بتاتے ہیں کہ انکے سلسلہ میں منطقی اور عقلی ذمہ داری ان کی مذہبی و سیاسی حقیقت، اہمیت اور اقدار کو سمجھنا اور انکا ادراک ضروری امر ہے۔ اور یہ عمل تحریک عاشورہ کے سلسلہ میں جذباتی اور ہیجانی ہونے سے زیادہ ضروری ہے۔ بلکہ ضروری ہے کہ ہمیشہ ان اہداف کے سلسلہ میں منطقی نگاہ سے غور کرتے رہیں اور ان کو سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ظالم اور ستمگر حکام اور حکومتوں کے مقابلہ میں انہیں مقاصد کے سائے میں اپنی زندگی کو بصیرت کے ساتھ ترتیب دے سکیں۔

دراصل تحریک عاشورہ کے ان مذہبی اور سیاسی اہداف کی سمجھ، ان کا شعور اور ان پر منطقی اور عقلی لحاظ سے غور و فکر ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ امام حسینؑ اور ان کے اصحاب باوفا صرف افراد کی کمی اور بے یاور و مددگار ہونے کی وجہ سے شہید نہیں ہوئے تھے بلکہ انکی شہادت کہ وجہ یہ تھی کہ وہ ان عظیم مذہبی اور سیاسی اہداف کے پابند تھے اور اس پر تاکید کر رہے تھے۔ تو پھر ان مقاصد کے سلسلہ میں ہماری ذمہ داری ہے کہ منطقی طور پر ان کے سلسلہ میں ادراک اور شعور پیدا کریں خصوصا ان کے بارے میں امام حسینؑ کے ان خطبوں کی طرف رجوع کرتے رہیں اور ان مقاصد کو اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے لئے نمونہ عمل اور سرمشق زندگی قرادیں۔ کلیت وشمولیت، اطلاق، ثبات، تقدس، آفاقیت، عقلانیت، فطرت اور دینی نصوص کے مطابق ہونے جیسی خصوصیات، واقعہ عاشورہ کے سلسلہ میں منطقی سمجھ رکھنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ امام حسینؑ اپنے یاران باوفا، اپنے ششماہہ اور دیگر افراد کے ساتھ اتنی بے رحمی سے شہید ہو گئے اور صدیاں گزر جانے کے بعد بھی یہ ظلم اور وحشی پن، پاک سرشت اور پاک دل انسانوں کو تکلیف اور غم دیتا رہتا ہے لیکن اس کے باوجود تاریخ کی سیاہی میں ان اہداف و مقاصد نے اس منظر کو نورانی اور ضوفشان کر رکھا ہے اور آزادی پسند اور اہل ضمیر انسانوں کی زندگی کے افق کو تاقیامت منور کر دیا ہے۔

شہید مطہریؒ تحریکِ عاشورہ کا تقدس، اس کے مذہبی اور سیاسی اہداف میں جانتے ہیں جو کسی خاص جغرافیہ سے محدود نہیں ہے بلکہ وہ حق و حقیقت پر مبنی ہے یہ ایک ایسی تحریک ہے جس نے ظلم و ستم اور تاریک ماحول کے مقابلہ میں عدل و انصاف کی آواز کو بلند کیا تھا۔ یہ ایک ایسی تحریک اور ایسا انقلاب ہے جو انسانی فکر و نظر کی ترقی کا سبب ہے اور ہر آزاد اور انصاف پسند انسان کو شخصیت عطا کرتا ہے اور اس میں ہر روز شجاعت اور ہمت کی روح کو تازہ کرتا رہتا ہے ساتھ ہی آزادی اور انصاف پسندی کے جذبہ کو احیاء کرتا ہے۔ ان کے بقول " کسی قوم کو شخصیت عطاء کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں عشق اور نمونہ عطا کیا جائے اگر عشق اور آئیڈیل انکے پاس ہوگا تو ان پر سے غبار ہٹ جائیگا، اور جب گرد و غبار ان پر سے ہٹے گا تو ان کی شخصیت دو بارہ زندہ ہو گی" (مطہری، ۱۳۶۶، ج ۲، ص ۱۳۹-۱۴۳؛ ۱۳۶۵، ج ۳، ص ۴۱-۴۴، ۵۰ و ۱۷۱) یہ وہی حقیقت جو امام حسین علیہ السلام کے قیام میں دکھائی دیتی ہے ؛ یعنی عراق اور کوفہ کے وہ لوگ جو معاویہ کے زمانہ میں ذلت، سستی، موت کے ڈر کے ساتھ زندگی گذرا رہے تھے اور جس کی بنیاد پر امام حسین علیہ السلام نے ان کی مذمت اور سرزنش بھی کی تھی، لیکن امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی شہادت اور ان کی فداکاری نے ان میں دینی غیرت کو بیدار کر دیا؛ اور اس طرح بیدار کیا کہ قیام توابین، قیام زید اور قیام مختار جیسے شجاعت اور ہمت سے لبریز قیام وجود میں آگئے جنہوں نے امام حسین کی تحریک کے اہداف : آزادی اور عدل و انصاف کو اپنا سر مشق قرار دیا۔

عاشورہ کے سلسلہ میں ہماری مذہبی اور سیاسی سوجھ بوجھ کا لازمہ یہ ہے کہ اہداف عاشورہ کے سلسلہ میں غور و فکر کریں اور انہیں بر پا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اگرچہ اہداف و مقاصد پر غور و فکر اور اس کے سلسلہ میں کوشش کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تحریکِ عاشورہ کے جذباتی اور دلی لگاؤ والے پہلو کو نظر انداز کر دیں؛ کیونکہ اس کی بھی بہت اہمیت ہے اور تاریخ میں اس تحریک کو زندہ رکھنے میں اس کا بہت کردار رہا ہے۔ لیکن اصل کردار، امام حسینؑ کے ان مقاصد کا رہا ہے جن کی خاطر انہوں نے اس انقلاب کو برپا کیا، تو اس پر توجہ ضروری ہے۔

۵۔ تحریکِ عاشورہ کا طریقہ کار اور ہمارا دینی و سیاسی شعور

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ طریقہ اور حکمت عملی کا کام، کسی بھی تحریک کے اہداف کو تحقق دینے میں کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ یعنی مختلف مراحل میں دینی اور سیاسی اہداف و مقاصد کی کیفیت، اپنے لئے مناسب اور منطقی طرز عمل اور حکمت عملی انتخاب کرتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی تحریک کو اپنی حکمت عملی اور طریقہ کار معین کرنا ہے اس کے لئے اس کا منطقی ہونا ضروری ہے؛ اور یہی حکمت عملی ہمیں امام حسین علیہ السلام کی اس چند مہینوں کی

تحریک میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ مثال کے طور پر امامؑ کا مجبوراً مدینہ سے نکل کر عام راستوں سے ہو کر مکہ جانا، معروف شخصیتوں سے ملاقات کرنا، مکہ میں مختلف افراد سے گفتگو کرنا، مختلف منزلوں پر قیام کرنا، خطبے دینا، راستے میں مسافروں سے گفتگو کرنا، بعض شہروں کے بزرگ افراد کو خط لکھنا، لشکر حراور لشکر پسر سعد کے سامنے معرفت پر مبنی خطبہ دینا، عمر سعد کی لشکر کی اس بات پر سرزنش کرنا کہ انہیں لوگوں نے خط لکھ کر بلایا تھا، اور اس کے علاوہ دیگر بہت سے امور۔ گویا امام حسینؑ نے تحریک عاشورہ کے تحقق کی راہ میں ہر مناسب اور مؤثر حکمت عملی کا استعمال کیا تھا۔

اور تاریخ کے مطابق امام حسینؑ اور ان کے باوفا ساتھیوں کی شہادت کے بعد، ائمہ معصومینؑ نے بنی امیہ اور بنی عباس کے سخت اور گھٹن کے دور میں بھی واقعہ عاشورہ کو زندہ رکھنے کے لئے بہترین سیاسی حکمت عملی کا استعمال کیا؛ کیونکہ بنی امیہ کی پوری کوشش تھی کہ لوگوں کے ذہنوں سے واقعہ عاشورہ اور اس کی یاد محو کو کر دیا جائے۔ بنی امیہ کے دور میں اس زہریلی اور مسموم فضاء کے باوجود اہلبیت رسالتؐ نے عوام کے افکار کو روشن کرنے کا کام انجام دیا اور فریب اور دھوکہ پر مبنی بنی امیہ کی تبلیغ کو اپنی سیاسی حکمت عملی سے ناکام بنادیا۔ اسی طرح سے امام حسین علیہ السلام کے غم میں مجالس برپا کرنا، مرثیہ خوانی، اشعار، واقعہ عاشورہ کو بیان کرنا، روز عاشور کو روز عزا اور روز مصیبت کے طور پر روشناس کروانا، امام حسینؑ پر رونے اور رلانے کی فضیلت کو بیان کرنا۔ اسی حکمت عملی کا جزء ہے۔ (ایازی، ۱۳۸۸، ص۱۸۵)۔ چنانچہ ائمہ علیہم السلام کی منطقی اور سیاسی حکمت عملی واقعہ کربلا اور اسکی یاد کو زندہ رکھنا تھا اور یہی حکمت بعد کے بابصیرت شیعہ علماء کے ذریعہ جاری رہی۔

اب سوال یہ ہے کہ آج کے زمانہ میں تحریک عاشورہ کے تحفظ کی راہ میں منطقی اور مناسب حکمت عملی کیا ہو سکتی ہے اور اس سلسلہ میں ہماری دینی اور سیاسی سمجھ کیا ہو سکتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں پہلے ان طریقوں اور حکمت عملی کی کلی خصوصیت کو سمجھ لیا جائے اگرچہ انہیں پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ تحریک عاشورہ جیسی مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے لئے جو حکمت عملی ہوتی ہے وہ جزئی، وقتی اور زمانے اور علاقہ کے تقاضوں کے تحت ہوتی ہیں، ان میں آفاقی حیثیت نہیں پائی جاتی اور وہ مسلسل تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ حکمت عملی کی خصوصیت ہر زمانے اور علاقہ میں تبدیل ہوتے رہنا ہے۔ تو اب امام حسینؑ کی شہادت کے بعد سے اب تک مسلسل تبدیل ہونے والی حکمت عملی جو مختلف زمانوں میں رائج تھیں ان پر نگاہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کے ذریعہ مختلف زمانوں میں مختلف حکمت عملی کے علمی، سماجی اور سیاسی کردار

کو جانا جاسکے۔ یہ کہنا بھی مناسب ہوگا کہ تحریکِ عاشورہ کے تحفظ کی راہ میں استعمال کیے جانے والے مختلف طرزِ عمل اور حکمت عملی اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ گذشتہ چودہ صدیوں میں ان میں بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں اور وہ مختلف مراحل سے گزری ہیں۔ بہر حال زمانہ، جگہ، لوگوں کا طرزِ فکر، حکمت عملی اور طریقہ کار کی کیفیت اور استعمال کو تبدیل کرتی رہتی ہے۔ تو اس طرح ہماری منطقی ذمہ داری اس سلسلہ میں یہ ہے کہ وقت اور جگہ کے تقاضوں کے مطابق حکمت عملی اور طریقہ کار کو اختیار کریں تاکہ یہ حکمت عملی اور طریقہ کار تحریکِ عاشورہ کے مذہبی اور سیاسی اغراض و مقاصد کے تحفظ اور ترویج کی راہ میں مناسب اور مؤثر کردار ادا کرسکیں۔

اس سلسلہ میں اس بات پر توجہ کی ضرورت ہے کہ ممکن ہے کہ ماضی کی بعض حکمت عملی اور طرزِ عمل موجودہ زمانہ میں کارآمد نہ ہوں بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا استعمال نہ صرف تحریکِ عاشورہ کے تحفظ اور ترویج میں مؤثر نہ ہو، اس کے برخلاف اس کے لئے نقصان دہ ہو۔

ساتھ ذکر کرتے چلیں کہ حکمت عملی اور طریقہ کار میں جذبات اور احساسات کا خاص مقام ہے۔ مثال کے طور پر مجالسِ غم، مصائب اور نوحہ خوانی یا عاشورہ سے متعلق پینٹنگ اور فنون کے استعمال میں یہی جذباتی اور احساساتی عنصر زیادہ کارآمد ہوتا ہے؛ جبکہ تحقیقی اور تحریری حکمت عملی میں زیادہ تر منطقی اور عقلی پہلو جلوہ نما ہوتا ہے۔ بہر حال اب ضرورت ہے کہ مختلف زمانہ اور شرائط کے اعتبار سے ان کا منطقی اور عقلی استعمال کیا جائے۔ (متین، ۱۳۸۸، ص ۸۲) اسی بنیاد پر تحریکِ عاشورہ کے تحفظ میں مجلس و نوحہ و ماتم کا اہم کردار ہے۔ (لیکن موجودہ زمانے میں اس طریقہ کار کو عقل و منطق کے ساتھ عاشورہ کے مقاصد کو تحقق بخشنے کی راہ میں استعمال ہونا چاہئے۔)

کیونکہ امام حسینؑ کی عزاداری کے دو بنیادی پہلو ہیں؛ ایک جذباتی پہلو اور دوسرا منطقی اور عقلی پہلو۔ جو چیز تحریکِ عاشورہ کو زندہ رکھنے، اس کو جاری رکھنے، اسے بھولنے نہ دینے اور امام حسینؑ کے اس انقلابی پیغام کو بیان کرنے کی ضمانت لیتی ہے وہ مجلس، عزاداری اور نوحہ و ماتم یعنی جذباتی پہلو ہے اور جو چیز اس تحریک کی ماہیت اور حقیقت کو تشکیل دیتی ہے اور قیامِ امام حسینؑ کی روح ہے اور قیامِ امام حسینؑ کے فلسفہ کے طور پر بیان ہوئی ہے اور اس کی بنیاد شمار ہوتی ہے وہ دین کی حفاظت، عدل و انصاف کا قیام، آزادی اور حریت پسندی، ظلم و ستم سے مقابلہ اور اس سے نفرت ہے جس میں مجموعی طور پر عقلی اور منطقی پہلو پایا جاتا ہے۔ (ایازی، ۱۳۸۸، ص ۱۹۳)

اس راہ میں ضرورت ہے کہ عزاداری کے سلسلہ میں اس منطقی اور عقلی پہلو کی تقویت کی جائے اور اس سے متعلق افراد کی منطقی اور عقلی طور پر تربیت بھی کی جائے تاکہ ان کے ذریعہ عوام کو اس عظیم تحریک اور انقلاب کے عمیق مطالب، مقاصد اور پہلوؤں یعنی تحریک عاشورہ کے سیاسی اغراض و مقاصد سے روشناس کرایا جاسکے۔ تو معتبر اسناد اور حوالوں پر مشتمل ڈاکومنٹری فیلمز، تحریک عاشورہ سے متعلق سادہ زبان پر مشتمل کتابیں وغیرہ مناسب منطقی اور عقلی حکمت عملی شمار ہوسکتی ہیں اور اس کے مقابلہ میں جذباتی اور منطقی دونوں ہی پہلوؤں میں افراط و تفریط سے پرہیز کرنا چاہئے۔

تحریک عاشورہ کے تحفظ کے سلسلہ میں ایک اور اہم طریقہ اور حکمت عملی، امام حسینؑ سے محبت کے ساتھ خود ان سے اور ان کی تحریک کی معرفت پیدا کرنا ہے؛ امام حسین علیہ السلام سے صرف محبت کرنا اچھا عمل ہے لیکن انکی اور انکے مقصد کی معرفت کے بغیر محبت سے، مشکلات میں گرفتار ہونے کا خطرہ لاحق ہے جیسا کہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔ تو صرف جذباتی پہلو کافی نہیں ہے۔ (اس میں شک نہیں کہ معرفت کے ساتھ محبت نیک اور مطلوبہ عمل ہے)۔

اس لیے تحریک عاشورہ کے تحفظ کی راہ میں ہماری منطقی اور عقلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس تحریک کے تین اہم اور بنیادی کڑیوں یعنی امام حسین کی معرفت، ان سے محبت اور تحریک عاشورہ اور امام کی تعلیمات کی پیروی کو ایک دوسرے سے جوڑیں۔ ان تین کڑیوں پر تاکید سے حسینی اور شیعہ حسینؑ ہونے کا معیار صرف مجلس، گریہ اور سبیلیں وغیرہ لگانا نہیں ہوگا اگرچہ یہ امور ضروری ہیں، بلکہ امام حسین علیہ السلام کے شیعہ کو پہچاننے کا اصل معیار انصاف پسندی، آزادی، امر بالمعروف نہی عن المنکر، صداقت، انسان دوستی، عہد و پیمان کی پابندی اور اس طرح کی دیگر اور اخلاقی اور دینی فضیلتوں سے مزین ہونا ہوگا جو امامؑ کی تحریک کے اصل مقاصد بھی ہیں۔

۶۔ ہماری منطقی و عقلی ذمہ داری کے تحت وسائل کا کردار

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ اغراض و مقاصد اور حکمت عملی کی بہ نسبت "وسائل" عام طور سے مادی اشیاء یا اس جیسی چیزوں کو کہا جاتا ہے تاکہ وہ خدائی اور سیاسی تحریکوں کے اغراض و مقاصد کے تحفظ، انکی ترویج اور ان آرزوؤں کے تحقق میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔

اس تعریف کے مطابق تحریک عاشورہ کے سلسلہ میں امام بارگاہیں، حسینیہ، سبیلیں، عزاداری کے وسائل جیسے علم، شبیہیں، طبل اور ترویج عزاء اور تحریک عاشوراء کے مذہبی اور سیاسی تعلیمات کو فروغ دینے کے لئے

استعمال کئے جانے والے دیگر امور اور اشیاء، وسائل کے طور پر اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک قابل غور بات یہ ہے کہ وسائل کے تعین میں عوام کے ذوق اور انکے طرز زندگی کا اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا وسائل کی اپنی کوئی خصوصیت نہیں ہوتی ہے۔

نمونہ کے طور پر حسینیہ اور امام بارگاہوں پر اس لحاظ سے توجہ کی جاسکتی ہے کہ یہ مقامات عزاداری اور تحریک عاشورہ کو فروغ دینے کی جگہ ہیں۔ تاریخی لحاظ سے اس عنوان سے ان مقامات کو حکومت صفویہ کے دوران سے مخصوص کیا گیا اور قاجاریہ حکومت میں اسے فروغ ملا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صفویہ کے دور سے پہلے شیعہ بغیر امام بارگاہوں اور حسینیہ کے عزاداری کیا کرتے تھے۔ لیکن وقت گذرنے اور لوگوں کا طرز زندگی بدلنے کے ساتھ عزاداری اور تحریک عاشورہ کی تجلیل اور احترام کو ان مقامات سے مخصوص کر دیا گیا جو وقت کا تقاضہ بھی تھا۔ اسی طرح فروغ عزاداری اور ترویج عاشورہ کے وسائل میں عزاداروں کو تبرک دینا، انہیں کھانا کھلانا، سبیل لگانا جیسے امور بھی ہیں۔ بہر حال وسائل کی اہمیت تحریک عاشورہ کی حکمت عملی اور اس کے طرز عمل سے کم ہے اور ان وسائل کا اپنا ذاتی تقدس نہیں ہوتا بلکہ ان کا تقدس اہداف و مقاصد کے ضمن میں ہوتا ہے۔ اسی طرح وسائل میں کلیت، ثبات، آفاقیت، فطرت بشر اور مذہبی نصوص کے ساتھ سازگاری جیسی خصوصیات نہیں پائی جاتی ہیں کیونکہ ان کا کردار وقتی ہوتا ہے۔ ممکن ہے وقت گذرنے کے ساتھ ان کا کردار تبدیل بھی ہو جائے اور یہ مطلوبہ مقاصد کے لئے کارآمد نہ ہوں۔

تو وسائل کو صرف حکمت عملی کی تقویت کے لئے استعمال ہونا چاہئے اور حکمت عملی اور وسائل دونوں ہی کو تحریک عاشورہ کے مذہبی اور سیاسی اہداف و مقاصد کے تحفظ، تحقق اور انکی ترویج کی راہ میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ لیکن عام طور سے ہمارے یہاں وسائل کو ہی مقصد سمجھ لیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے انہیں دینی تقدس دے دیا گیا۔

یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد سے غفلت کے نتیجہ میں ایسی چیزیں حقیقت اختیار کر لیتی ہیں جو مقصد نہیں ہوتیں بلکہ مقصد تک پہونچنے کا راستہ یا اس کا وسیلہ ہوتی ہیں۔

نتیجہ

تحریک عاشورہ جیسی مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے سلسلہ میں عقلی تجزیہ اور انکی سمجھ ہمیں اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ اہم انکے تین اہم اصول: مقصد، طریقہ کار اور انکے وسائل کے درمیان فرق کی ضرورت کو

سمجھیں اور ان تینوں امور کو ایک دوسرے سے الگ کریں۔

عاشورہ جیسی مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے مقاصد، کلیت، ثبات، آفاقیت، تقدس، عقل محوری جیسی خصوصیات فطرت بشر اور مذہبی نصوص کے ساتھ سازگار ہیں اسی لئے تاریخ میں ان تحریکوں کو زندہ رکھنے، زمانے اور علاقہ کی حدود سے باہر نکل کر ہر زمانے اور علاقہ کے آزاد ضمیر اور حریت پسند لوگوں کے دلوں کو تسخیر کرنے کی وجہ بنتی ہے۔ جبکہ ان تحریکوں میں استعمال کی جانے والی حکمت عملی اور وسائل میں یہ خصوصیات نہیں پائی جاتی ہیں بلکہ یہ امور اہداف ومقاصد کے تحقق کی راہ میں زمانے، علاقہ، حالات اور شرائط کے لحاظ سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ تو فلسفی تجزیہ کی رو سے اہداف و مقاصد کا کردار ثابت اور اٹل ہوتا ہے جبکہ حکمت عملی، طریقہ کار اور وسائل کا کردار اہداف کی مناسبت سے تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

اسی حقیقت کے پیش نظر کہ تحریک عاشورہ کے مذہبی و سیاسی، اہم مقاصد، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، امت رسولخداؐ کی اصلاح، پیغمبر اکرمؐ اور امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ کی سنت کو زندہ کرنا، ظالموں کی بیعت سے انکار، مظلوموں کی حمایت، انصاف پسندی، آزادی و حریت پسندی اور اس جیسے دیگر امور ہو سکتے ہیں اور ہر مذہبی اور سیاسی تحریکوں میں یہی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اہداف عاشورہ کے تحفظ میں استعمال کئے جانے والے طریقہ کار و حکمت عملی اور اس راہ میں استعمال ہونے والے وسائل کا اعتبار ان کا تقدس اسی وقت تک ہے جب تک وہ ان مقاصد کے تحفظ، انکے تحقق اور ترویج کی راہ میں اپنا کردار ادا کریں۔ تو تحفظ عاشورہ کی راہ میں کوئی بھی حکمت عملی یا وسیلہ بذات خود کوئی تقدس نہیں رکھتا اور نہ ہی اسمیں آفاقیت، ثبات، اور نہ تبدیل ہونے والی خصوصیات پائی جاتی ہیں بلکہ تمام طریقہ کار اور وسائل اور انکا استعمال وقت گذرنے اور حالات و شرائط تبدیل ہونے کے ساتھ بدلتا رہتا ہے اور اس کی ارزش اصل ہدف کی نسبت سے قائم ہوتی ہے۔

تو تحریک عاشورہ کے سلسلہ میں صرف ایک حکمت عملی سے متمسک رہنا منطقی بات نہیں ہے اور عقلی استدلال کی رو سے قابل دفاع بھی نہیں ہے کیونکہ اس سلسلہ میں اصل اور حقیقت صرف اہداف و مقاصد کو حاصل ہے۔ اور حکمت عملی اور وسائل وقتی امور ہوتے ہیں۔ انکی حقیقت ہمیشہ اہداف کے ضمن میں بیان کی جاتی ہے۔

دوسرا اہم نکتہ ہے یہ کہ مقاصد، حکمت عملی اور وسائل کو ایک دوسرے سے جدا کرنے سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ کچھ اوصاف ذاتی ہوتے ہیں اور کچھ عرضی اور وقتی جیسے تحریک عاشورہ کے ذاتی اوصاف اس کے وہ عظیم مقاصد ہیں؛ یعنی امام حسینؑ کی طرف سے ہدایت اور رہنمائی کا پہلو، کیونکہ یہ امر مکمل طور پر قیام امام حسینؑ کے مذہبی و سیاسی مقصد کے مطابق ہے؛ جبکہ شفاء دینا، مال عطا کرینا، مشکلات حل کر دینا جیسے امور عرضی

اوصاف ہیں جو امام حسینؑ کی اس تحریک کا اصل مقصد نہیں ہیں بلکہ یہ پیروان امام حسینؑ پر خدا کا خاص لطف و کرم ہے۔ تو مجموعی طور پر تمام ائمہ معصومینؑ اور خاص طور پر امام حسینؑ کے سلسلہ میں ہماری منطقی اور عقلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم انکے اہداف امامت کو سمجھیں اور امام حسینؑ کے سلسلہ میں ان کی دینی اور سیاسی تحریک کے مقاصد کی سمجھ پیدا کریں۔ نہ کہ انہیں صرف اپنی حاجات پوری کروانے کا ذریعہ سمجھیں۔ بہر حال یہاں اس گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ ہم امام حسینؑ سے انکی معرفت کے ساتھ محبت کریں تاکہ کامیابی اور سعادت پر مبنی انکی تعلیمات اور فرامین پر عمل پیرا ہو سکیں۔

تو محبت، معرفت اور پیروی بھی یہ تین ایسے طریقہ کار ہیں جو اصلی مقصد یعنی حقیقی کامیابی اور سعادت کی راہ میں اپنا اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اور اس راہ میں ائمہؑ خصوصا امام حسینؑ کی زیارتیں، ان سے تقرب اور ان کی حیات بخش تعلیمات سے نزدیک ہونے کا ذریعہ ہیں تاکہ ہماری روحانی بلندی کے اسباب فراہم ہو سکیں۔

حوالاجات

-قرآن کریم

ا۔ابن اثیر، معزالدین (۱۳۸۷) الکامل، جلد سوم، بیروت، دار صادر.

۲۔امین، علامہ سید محسن (۱۳۸۸)، »عزاداری ہای نامشروع«،ترجمہ جلال آل احمد،در: عاشورا،عزاداری، تحریفات، بہ کوشش مجمع مدرسین و محققین حوزہ علمیہ قم، صحیفہ خرد

- .ایازی، سید محمد علی (۱۳۸۸)، "نگاہی بہ عزاداری ہای حسینی"، در: عاشورا، عزاداری و تحریفات، بہ کوشش مجمع مدرسین و محققین حوزہ علمیہ قم، قم: صحیفہ خرد

- حرانی، حسن بن شعبہ (۱۳۹۴)، تحف العقول، قم: نشر آل علی— .

خوارزمی، احمد (۱۳۶۷) مقتل الحسین، جلد اول، تہران: انوار الہدی.

- رہبری، حسن (۱۳۸۸)، »خرافہ زدایی از عاشورا«، در: عاشورا، عزاداری، تحریفات، بہ کوشش مجمع مدرسین و محققین حوزہ علمیہ قم، قم: صحیفہ خرد.

- سید بن طاوس، رضی الدین علی بن موسی (۱۳۲۱)، لہوف، تہران: اسوہ.

- شیخ مفید، محمد بن محمد بن نعمان (۱۳۸۸)، الارشاد، تہران: دار الکتب الاسلامیہ.

- صادقی، ہادی (۱۳۸۶)، عقلانیت ایمان، قم: طہ.

- صالحہ نجف آبادی، نعمت اللہ (۱۳۶۲)، شہید جاوید، تہران: چاپ پرچم.

- طبرسی، ابو منصور احمد بن علی (۱۳۸۱) احتجاج، جلد دوم، تہران: دار الکتب الاسلامیہ ـ

- مجلسی، محمد باقر (۱۴۱۷ق)، بحار الانوار، جلد نود و ہفتم، تہران: چاپ اسلامیہ.

- مطہری، مرتضی (۱۳۶۵)، حماسہ حسینی، جلد اول و سوم، تہران: صدرا.

- ـــــ (۱۳۶۶)، حماسہ حسینی، جلد دوم، تہران: صدرا.

- ملکیان، مصطفیٰ (۱۳۸۱)، راہی بہ رہایی، تہران: نشر نگاہ معاصر.

- نجمی، محمد صادق (۱۳۹۳)، سخنان امام حسین از مدینہ تا کربلا، قم: بوستان کتاب

نوایی، علی اکبر (۱۳۹۰)، »نقش عاشورا در بین ملت ہای جہان«، در: بازشناسی نہضت عاشورا، بہ اہتمام محمود اصغری، مشہد: انتشارات دانشگاہ علوم اسلامی رضوی -